باب 3

انتخاب اور نمائندگی

5175CH03

تمہید

کیا آپ نے کبھی شطرنج کھیلی ہے گا ؟ کیا ہو گا اگر سیاہ اسپ (کالا گھوڑا)، ڈھائی چال پرچلنے کے بجائے، اچانك سیدھا چلنے لگے؟ یا کیا نتیجہ ہو گا اس کرکٹ میچ کا جس میں کوئی امپائر نہ ہو؟ کھیل کوئی بھی ہو، ہمیں کچھ پہلے سے طے شدہ اصولوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اصول بدل دیجئے، کھیل کا نتیجہ بھی مختلف ہو جائے گا۔اسی طرح، ہر کھیل میں ، ایك غیر جانب دار امپائر کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس کا فیصلہ تمام کھلاڑیوں کو قابلِ قبول ہو۔ کوئی بھی کھیل شروع کرنے سے پہلے اصولوں اور امپائر، دونوں پر اتفاق کرنا ضروری ہے۔ جو بات کھیل کے متعلق سچ ہے، وہی انتخابات (الیکشن) کے بارے میں بھی سچ ہے۔ انتخابات منعقد کرانے کے بہت سے طریقے یا نظام ہوتے ہیں۔ انتخاب کے نتائج کا انحصار ان اصولوں پر ہوتا ہے جو ہم نے اختیار کئے ہوں۔ انتخابی سیاست کے شروع ہونے سے پہلے ہی ان دونوں فیصلوں کو لینا لازمی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کام کسی حکومت پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اسی وجہ سے انتخابات کے متعلق تمام بنیادی فیصلوں کو اس جمہوری ملك کے آئین میں تحریر کردیا گیا ہے۔

اس باب میں، ہم انتخابات اور نمائندگی سے متعلق آئینی دفعات کا مطالعہ کریں گے۔ ہمارے آئین میں، انتخاب کے لئے اختیار کردہ طریقہ کی اہمیت کیا ہے، انتخابات کے لئے غیر جانب دارانہ مشینری سے متعلق دفعات کیا ہیں، ان دونوں باتوں پر ہم خاص توجہ دیں گے ۔ ہم ان تجاویز پر بھی غور کریں گے جو اس سلسلہ میں، آئینی دفعات میں ترمیم سے متعلق ہیں۔

- اس باب کے مطالعہ کے بعد، آپ سمجھ سکیں گے:
- انتخاب کے مختلف طریقے،

- ہمارے ملک میں اختیارکردہ نظامِ انتخاب کی خصوصیات
- آزاد اور منصفانہ انتخابات کے لئے دفعات کی اہمیت اور
- انتخابی اصلاحات پر بحث

انتخابات اور جمہوریت

آیئے انتخابات اور جمہوریت سے متعلق خود سے ہی ہم دو آسان سوال کرتے ہوئے، اس کی شروعات کریں:

- کیا انتخابات کے بغیر، جمہوریت قائم رکھ سکتے ہیں؟
- کیا جمہوریت کے بغیر، انتخابات کرا سکتے ہیں؟

آیئے ان ہی دونوں سوالات پر ہم اپنی کلاس میں بحث کریں۔ جو کچھ ہم نے سابقہ جماعتوں میں سیکھا ہے اس سے مثالیں پیش کریں۔

پہلا سوال ہم کو یاد دلاتا ہے کہ ایک بڑی جمہوریت میں نمائندگی کی ضرورت ہے۔ تمام شہری براہ راست فیصلہ سازی میں حصہ نہیں لے سکتے۔ اس لئے عوام کے ذریعہ، نمائندوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے انتخابات اہمیت اختیار کرتے ہیں۔ جب بھی ہم ہندوستانی جمہوریت کے متعلق غور کرتے ہیں تو ہمارا ذہن پوری طرح گذشتہ انتخابات کی یاد دلاتا ہے۔ آج انتخابات جمہوری عمل کے سب سے واضح علامت بن چکے ہیں۔ ہم اکثر

ایک کارٹون پڑھیں

Shankar. Copyright: Children's Book Trust.

وہ کہتے ہیں کہ انتخابات جمہوریت کا مشن ہوتے ہیں۔ اس کی بجائے یہ کارٹون افراتفری ظاہر کرتا ہے۔ کیا ہمیشہ ہی انتخابات میں ایسا ہوتا ہے؟ کیا یہ جمہوریت کے لئے اچھا ہے؟

not to be republished

براہ راست اور بالواسطہ جمہوریت میں امتیاز کرتے ہیں۔ براہ راست جمہوریت (Direct Democracy) وہ ہے جہاں روزمرّہ کے فیصلوں اور حکومت چلانے میں تمام شہری براہ راست حصہ لیتے ہیں۔ قدیم یونان کی شہری ریاستیں، براہ راست جمہوریت کی مثالیں سمجھی جاتی ہیں۔ بہت سے لوگ مقامی حکومتوں، خاص طور سے گرام سبھاؤں کو، براہ راست جمہوریت سمجھتے ہیں۔ لیکن جہاں لاکھوں کروڑوں کو کوئی فیصلہ لینا ہو وہاں اس طریقہ کو اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی وجہ سے عوام کی حکومت کے معنی ہیں عوام کے نمائندوں کی حکومت۔

ایسے نظامِ حکومت میں شہری اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں جو اپنی مدّت کے دوران ملک کی حکومت اور انتظام میں باقاعدہ شامل ہوتے ہیں۔ ان نمائندوں کے انتخاب کے طریقہ کو انتخاب یا الیکشن کہتے ہیں۔ لہٰذا اہم اور خاص فیصلہ سازی میں اور ملک کا انتظام چلانے میں شہریوں کا رول بہت محدود ہوتا ہے۔ وہ حکمت عملیوں کی تشکیل میں بھی شامل نہیں ہوتے۔ وہ صرف بالواسطہ طریقہ سے اپنے نمائندوں کے ذریعہ ہی شامل ہوتے ہیں۔ اس انتظام میں تمام فیصلے ان کے نمائندے کرتے ہیں اور جس طریقہ سے ان نمائندوں کا انتخاب ہوتا ہے، وہ طریقہ نہایت اہمیت اختیار کر لیتا ہے۔

ان اصولوں کو آئین میں تحریر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ان اصولوں کا پارلیمنٹ کے ذریعہ فیصلہ کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ یا ہر انتخاب سے پہلے ساری جماعتیں ان اصولوں کا فیصلہ کیوں نہیں کرتیں۔

دوسرا سوال ہماری توجہ اس سچائی کی طرف توجہ مبذول کرتا ہے کہ تمام انتخابات جمہوری نہیں ہوتے۔ بڑی تعداد میں غیر جمہوری ممالک بھی انتخابات منعقد کراتے ہیں۔ درحقیقت غیر جمہوری حکمراں یہ آرزو رکھتے ہیں کہ وہ خود کو جمہوری ظاہر کریں۔ وہ اس طریقہ سے انتخابات کراتے ہیں کہ ان کی حکومت خطرہ میں نہ پڑ جائے۔ کیا آپ ایسے کچھ غیر جمہوری انتخابات کی مثالیں پیش کر سکتے ہیں؟ آپ کے خیال میں، ایک جمہوری اور غیر جمہوری انتخاب میں کیا فرق ہوگا؟ اسی بات کو یقینی بنانے کے لیے کیا کرنا ہوگا کہ کسی ملک میں انتخابات جمہوری طریقہ سے کرائے جائیں؟

یہی وہ مرحلہ ہے جہاں آئین ہمارے سامنے آتا ہے۔ ایک جمہوری ملک کا آئین انتخابات سے متعلق کچھ بنیادی اصولوں کو قائم کرتا ہے۔ اس کی تفصیلات عام طور پر مجلس قانون ساز سے منظور شدہ قوانین کے ذریعہ تیار کی جاتی ہیں۔ یہ بنیادی اصول درج ذیل سے متعلق ہیں:

- کون ووٹ دینے کا اہل ہوگا؟

© NCERT not to be republished

- کون انتخاب لڑنے کا اہل ہوگا؟
- رائے دہندگان اپنے نمائندوں کا انتخاب کیسے کریں گے؟
- انتخابات کی نگرانی کس کے ذمہ ہوگی؟
- ووٹوں کی گنتی کس طرح ہوگی اور نمائندوں کا انتخاب کیسے ہوگا۔

بہت سے جمہوری ممالک کی طرح آئین ہند ان تمام سوالات کے جواب دیتا ہے۔ جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ پہلے تین سوالات اس یقین دہانی سے متعلق ہیں کہ انتخابات آزادانہ اور منصفانہ ہوں، تب ہی وہ جمہوری کہلائے جاسکتے ہیں۔ آخری دو سوال، منصفانہ نمائندگی سے وابستہ ہیں۔ اس باب میں انتخابات سے متعلق آئینی دفعات کے ان دونوں پہلوؤں کا ہم مطالعہ کریں گے۔

سرگرمی

ہندوستان اور کسی دوسرے ملک کے انتخابات سے متعلق اخبارات کے تراشے جمع کیجیے۔ ان کو درج ذیل عنوانات میں تقسیم کیجیے:

(a) نمائندگی کا نظام

(b) ووٹر یا رائے دہندہ کی اہلیت

(c) انتخابی کمیشن کا کردار

اگر آپ کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت ہے تو ایک خاص پروجیکٹ کی ویب سائٹ دیکھیے:

الیکشن پروسیس انفارمیشن کلکشن (Election Process Information Collection) (www.epicproject.org)۔ کم از کم چار ممالک کے انتخابات کے متعلق اطلاعات جمع کیجیے۔

ہندوستان میں انتخابی نظام

مندرجہ بالا مختلف نظام اور طریقۂ انتخابات پر آپ نے غور کیا ہوگا۔ آپ کو تعجب ہوا ہوگا کہ یہ سب باتیں کس کے متعلق ہیں۔ آپ نے دیکھا یا پڑھا ہوگا کہ انتخابی مہم کیسے چلائی جاتی ہے، انتخابی سرگرمی کیا ہوتی ہیں ۔ دراصل

© NCERT not to be republished

انتخابات منعقد کرنے کا ایک باقاعدہ نظام ہوتا ہے۔ کچھ افسران ہوتے ہیں، کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا ہے، اس کے اصول ہوتے ہیں۔ کیا یہی سب انتخاب ہے؟ آپ کو تعجب ہوا ہوگا کہ آئین میں یہ سب تحریر کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ ووٹوں کی گنتی کیسے ہوگی اور نمائندوں کا انتخاب کیسے ہوگا۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہے؟ لوگ جاتے ہیں اور ووٹ ڈالتے ہیں ۔جس امیدوار کو سب سے زیادہ ووٹ حاصل ہوتے ہیں، وہی امیدوار منتخب قرار دیا جاتا ہے۔ ساری دنیا میں انتخابات اسی طرح ہوتے ہیں۔ پھر اس میں غور کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

غور کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ یہ سوال اتنا آسان نہیں جتنا آسان نظر آتا ہے۔ ہمیں اپنے نظام انتخابات کی اس قدر عادت سی ہوگئی ہے کہ ہم یہی سوچتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں ہوسکتا۔ ایک جمہوری انتخاب میں عوام ووٹ کا استعمال کرتے ہیں اور اس کو ترجیح دیتے ہیں جو جیت حاصل کرے گا۔ لیکن اس کے بھی مختلف طریقے ہیں جن کے ذریعہ عوام اپنی پسند سے مختلف امیدواروں کو چُن سکتے ہیں اور ان کی ترجیح یا پسند کو کس طرح سے گنا جائے گا۔ کھیل کے یہ مختلف طریقے اس فرق میں ظاہر ہوں گے کہ کون کھیل جیتے گا۔ بعض اصول، بڑی جماعتوں کو موافق ہوں گے۔ بعض اصول چھوٹے کھلاڑیوں کے لیے مفید ہوں گے۔ کچھ اصول اکثریت کے حق میں ہوں گے اور بعض اقلیت کے حق میں۔ ایک ڈرامائی مثال دیکھیں کہ یہ سب کیسے ہوتا ہے۔

سرگرمی

اپنی کلاس میں چار نمائندوں کے انتخاب کے لیے ایک نقلی انتخاب منعقد کیجیے۔ یہ انتخاب تین طریقوں سے کیجیے :

- ہر طالبِ علم ایک ووٹ دے سکتا ہے۔ سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والے چار افراد منتخب قرار دیے جائیں گے۔
- ہر طالب علم کے چار ووٹ ہوں گے وہ سب ایک امیدوار کو دے سکتا ہے یا ان میں تقسیم کرسکتا ہے۔ چار امیدوار جن کو سب سے زیادہ ووٹ حاصل ہوں گے منتخب قرار دئے جائیں گے۔
- ہر ووٹر کو، امیدواروں کا ایک درجہ (Rank) دینا ہوگا اور ان کی گنتی میں راجیہ سبھا کے ممبران کے انتخاب کا طریقہ استعمال کیا جائے گا جس کا ذکر نیچے آئے گا۔

کیا ہر طریقہ استعمال کرکے وہی چار امیدوار جیتے جو الگ الگ طریقے سے جیتے تھے؟ اگر نہیں تو کیا فرق تھا؟ اور کیوں؟

© NCERT not to be republished

FIRST PAST THE POST SYSTEM (FPPS)

نیچے دیے گئے اخبار کے تراشے دیکھیے

नवभारत टाइम्स

रविवारीय संस्करण

वर्ष ३८ संख्या ३६३ नगर नई दिल्ली रविवार ३० दिसम्बर १९८४ पौष ९ शक सं. १९०६ ६५ पैसे

पहली बार कांग्रेस को तीन-चौथाई बहुमत

हेगड़े सरकार का इस्तीफा

یہ ہندوستانی جمہوریت کے ایک تاریخی لمحہ کی بات ہے۔1984 کے لوک سبھا انتخابات میں، کانگریس لوک سبھا کی 543 نشستوں میں سے 415 نشستیں جیت کر اقتدار میں آئی۔ یعنی تقریباً 80% فیصد سے زیادہ نشستیں حاصل کیں۔ایسی کامیابی کسی سیاسی جماعت نے لوک سبھا میں پہلے کبھی حاصل نہیں کی تھی۔ یہ انتخاب کیا ظاہر کرتا ہے؟

50 فیصد سے کم ووٹ اور 80 فیصد سے زیادہ نشستیں ! کیا یہ غلط نہیں ہے؟ ہمارا آئین ایسا غلط انتظام کیسے قبول کرسکتا ہے۔

کانگریس کو پانچ میں سے چار نشستیں حاصل ہوئیں ۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر پانچ ہندوستانی رائے دہندگان میں سے چار نے اس جماعت کے لیے ووٹ دیا؟ درحقیقت نہیں۔ یہاں دی گئی ٹیبل کو دیکھئے۔کانگریس کو کل ووٹوں کے 48% ووٹ حاصل ہوئے۔اس کے معنی ہیں جنہوں نے کانگریس کے ذریعہ کھڑے کیے گئے امیدواروں کے حق میں ووٹ دیا وہ کل ووٹرس یا رائے دہندگان کا 48 فیصد تھے۔ پھر بھی اس جماعت کو 80 فیصد سے زیادہ نشستیں حاصل ہوئیں۔ دوسری جماعتوں کی کارکردگی کو دیکھئے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کو صرف 7.4 فیصد ووٹ حاصل ہوئے اور ایک فیصد سے بھی کم نشستیں حاصل ہوئیں۔ یہ کیسے ہوا؟

1984 کے انتخابات میں کچھ اہم سیاسی جماعتوں کے ذریعہ حاصل کردہ ووٹ اور نشستیں

جماعت	ووٹ (فیصد)	نشستیں
کانگریس	48.0	415
بی۔جے۔پی	7.4	2
جنتا	6.7	10
لوک دل	5.7	3
سی۔پی۔آئی (ایم)	5.7	22
تیلگو دیشم	4.1	30
ڈی۔ایم۔کے	2.3	2
اے۔آئی۔اے۔ڈی۔ایم۔کے	1.6	12
اکالی دل	1.0	7
اے۔جی۔پی	1.0	7

یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم نے انتخابات کا ایک مخصوص طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس نظام کے تحت:

- ہمارا ملک 543 انتخابی حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- ہر انتخابی حلقہ ایک نمائندے کا انتخاب کرتا ہے اور
- جس امیدوار کو اپنے حلقہ میں سب سے زیادہ ووٹ حاصل ہوتے ہیں وہی منتخب قرار دیا جاتا ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جس امیدوار کو دوسرے امیدواروں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ووٹ حاصل ہوتے ہیں اس کو منتخب قرار دیا جاتا ہے۔ جیتنے والے امیدوار کو ووٹوں کی اکثریت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس نظام کو First Past the Post System (FPPS) کہتے ہیں۔ انتخابی دوڑ میں جو امیدوار سب سے آگے نکل جاتا ہے اور جیت کے نشان کو سب سے پہلے پار کر لیتا ہے، وہی فاتح ہوتا ہے۔ اس طریقہ کو تکثیری

© NCERT not to be republished

نظام (Popularity System) بھی کہتے ہیں ۔ یہی طریقہ ہمارے آئین نے تجویز کیا ہے ۔

اب ہم واپس اپنی مثال کی طرف جائیں ۔ کانگریس کو کل ووٹوں میں حصہ داری کے مقابلہ نشستیں زیادہ حاصل ہوئیں کیوں کہ بہت سے انتخابی حلقوں میں جہاں سے اس جماعت کے امیدوار کامیاب ہوئے ، انہیں 50 فیصد سے بھی کم ووٹ حاصل ہوئے ۔ اگر بہت سے امیدوار ہیں تو ہارنے والے امیدواروں کو جو ووٹ حاصل ہوئے وہ بے کار ہوگئے ۔ کیوں کہ ان ووٹوں کی وجہ سے ہارنے والی جماعت یا امیدواروں کو کوئی نشست نہیں مل سکی ۔ فرض کیجئے ایک جماعت کو ہر ایک حلقہ میں صرف 25 فیصد ووٹ حاصل ہوئے اور دوسروں کو اس سے بھی کم ووٹ ملے ۔ اس کیس میں جماعت صرف 25 فیصد ووٹوں کی بنا پر بھی تمام نشستیں جیت سکتی تھی یا اس سے بھی کم ووٹوں پر ۔

متناسب نمائندگی (Proportional Representation (PR)

اب ہم اس کا مقابلہ اسرائیل کے انتخابات سے کریں جہاں ایک مختلف نظام انتخاب اپنایا گیا ہے۔ اسرائیل میں جب ووٹوں کی گنتی ہوتی ہے تو ہر جماعت (پارٹی) کو پارلیمنٹ میں مقرر کردہ نشستوں کا حصہ اس کے ووٹوں کی مناسبت سے دیا جاتا ہے (باکس دیکھئے)۔ الیکشن سے پہلے جس ترجیحی فہرست (Preference List) اعلان کیا جاتا ہے ہر جماعت اسی فہرست میں سے امیدواروں کو اٹھا کرنامزد کرتی ہے۔ انتخاب کے اس نظام کو متناسب نمائندگی کا نظام کہتے ہیں۔ اسی نظام میں ہر جماعت کو ووٹوں کی مناسبت سے متناسب نشستیں دی جاتی ہیں۔

متناسب نمائندگی کے نظام میں دو قسمیں ہیں۔ بعض ممالک جیسے اسرائیل یا نیدرلینڈ میں پورے ملک کو ایک انتخابی حلقہ تسلیم کیا جاتا ہے اور ہر جماعت کو قومی الیکشن یا انتخاب میں اس کے ووٹوں کے حصہ کی مناسبت سے نشستیں دی جاتی ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پورے ملک کو

© NCERT not to be republished

کثیر امیدواروں کے حلقوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، جیسے ارجنٹائنا اور پرتگال۔ ہر جماعت ہر حلقہ کے لیے امیدواروں کی ایک فہرست تیار کرتی ہے جو اس بات پر منحصر ہے کہ اس حلقہ سے کتنے امیدواروں کا انتخاب ہونا ہے۔ ان دونوں قسم کے نظام میں رائے دہندگان جماعت

اسرائیل میں متناسب نمائندگی۔(PR)

اسرائیل میں انتخاب کا متناسب نمائندگی نظام اختیار کیا گیا ہے۔مجلس قانون ساز نیسیٹ (Knesset) کے انتخابات ہر چار سال میں ایک بار ہوتے ہیں۔ ہر جماعت اپنے امیدواروں کی فہرست کا اعلان کرتی ہے، لیکن رائے دہندگان جماعت کو ووٹ دیتے ہیں، امیدواروں کو نہیں۔ اس جماعت کو جس قدر ووٹ ملتے ہیں اسی کے تناسب سے نشستیں دی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے چھوٹی جماعت کو بھی مجلس قانون ساز میں نمائندگی حاصل ہو جاتی ہے۔(کسی بھی جماعت کو مجلس قانون ساز میں نشست حاصل کرنے کے لئے کم از کم 1.5 فیصد ووٹ حاصل کرنے چاہئیں) اسی وجہ سے اکثر مخلوط حکومت بنائی جاتی ہے۔

درج ذیل ٹیبل ظاہر کرتی ہے کہ 2003 کے نیسیٹ کے انتخابات کے نتائج کیا تھے۔ اس کی بنا پر آپ کو معلوم ہوگا کس جماعت کو اس الیکشن یا انتخاب میں کتنے فیصد ووٹ حاصل ہوئے۔

پارٹی نشستیں	نشستوں	نشستوں میں حصہ داری	ووٹوں میں حصہ داری
لیکود	37		
شاس	11		
نیشنل یونین	7		
نیشنل رِلیجیس پارٹی	5		
UTJ	5		
اسرائیل بی عالیہ	2		
لیبر	19		
شینوئی	15		
عرب جماعتیں	9		
میریٹز	6		
ام ایحاد	4		
کُل نشستیں	120		

یہ بہت الجھا دینے والا ھے! مجھے کیسے معلوم ھو گا کہ میرا ممبر پارلیمنٹ یا ایم-ایل-اے کون ھے؟ اگر مجھے کوئی کام ھو تو میں کس کے پاس جاؤں؟

© NCERT not to be republished

کوفوقیت دیتے ہیں نہ کہ امیدوارکو۔کسی جماعت کو کتنے ووٹ حاصل ہوئے اسی کی بنا پر اس کو نشستیں دی جاتی ہیں۔ اس طرح کسی ایک انتخابی حلقہ کے امیدوار مختلف جماعتوں سے ہو سکتے ہیں۔ ہندوستان میں ہم نے بالواسطہ انتخابات کے لیے اس طریقہ کو محدود پیمانے پر استعمال کیا ہے۔آئین ہند نے صدر جمہوریہ، نائب صدر جمہوریہ، راجیہ سبھا اور ودھان پریشدوں کے انتخابات کے لیے ایک تیسرا پیچیدہ متناسب نمائندگی کا نظام تجویز کیا ہے۔

FPTP اور PR نظام کا تقابل

FPTP	PR
ملک کو چھوٹی جغرافیائی اکائیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جن کو انتخابی حلقے یا ضلعے کہا جاتا ہے۔	بڑے جغرافیائی علاقوں کی نشاندہی انتخابی حلقوں کے طور پر کی جاتی ہے۔ پورا ملک بھی ایک انتخابی حلقہ ہو سکتا ہے۔
ہر انتخابی حلقہ، ایک نمائندہ کا انتخاب کرتا ہے۔	ایک انتخابی حلقہ سے ایک سے زیادہ نمائندوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔
رائے دہندگان ایک امیدوار کے لئے ووٹ دیتے ہیں۔	رائے دہندگان جماعت کے لئے ووٹ دیتے ہیں۔
ایک جماعت کو مجلس قانون ساز میں نشستیں ووٹوں کے مقابلہ زیادہ مل سکتی ہیں۔	ہر جماعت کو حاصل شدہ ووٹوں کے تناسب سے مجلس قانون ساز میں نشستیں ملتی ہیں۔
جو امیدوار انتخاب میں جیت حاصل کرتا ہے اس کو اکثریتی (50%+1) ووٹ حاصل نہیں بھی ہو سکتے۔	جو امیدوار انتخاب میں جیت حاصل کرتا ہے اس کو اکثریتی ووٹ حاصل ہوتے ہیں۔
مثالیں: انگلینڈ، ہندوستان	مثالیں: اسرائیل۔نیدرلینڈ۔

راجیہ سبھا انتخابات میں PR نظام کیسے کام کرتا ہے

متناسب نمائندگی (PR) کی ایک تیسری قسم Single Transferable Vote (STV) کا

نظام یعنی واحد قابلِ انتقال ووٹ کا نظام راجیہ سبھا کے انتخابات میں استعمال ہوتا ہے۔
راجیہ سبھا میں ہر ریاست کا ایک مخصوص کوٹہ ہے۔متعلقہ ریاستی مجالسِ قانون ساز کے ذریعہ، ممبران کا انتخاب ہوتا ہے۔اس ریاست میں ووٹر یا رائے دہندگان ایم ایل اے ہوتے ہیں۔ ہر رائے دہندہ کو اپنی مرضی سے نمائندوں کو ترجیح کا درجہ (Rank) دینا ہوتا ہے۔کامیاب قرار دیے جانے کے لیے ایک امیدوار کو ووٹوں کی ایک کم از کم تعداد یعنی کوٹہ پورا کرنا ضروری ہے جو اس فارمولہ سے طے ہوتا ہے:

$$\left(\frac{\text{کل ڈالے گئے ووٹ}}{\text{امیدواروں کی تعداد جن کا انتخاب ہونا ہے } +1}\right)+1$$

مثال کے طور پر، اگر راجستھان کے 200 ایم ایل اے کو راجیہ سبھا کے 4 ممبران کا انتخاب کرنا ہے تو جیتنے والے امیدوار کو چاہئے 41 (200/4+1=40+1) ووٹ۔ ووٹوں کی گنتی اس بنیاد پر ہوتی ہے کہ کس امیدوار کو پہلی ترجیح دی گئی۔ پہلی ترجیح والے تمام ووٹوں کو گنتی کرنے کے بعد بھی اگر مطلوبہ تعداد میں ممبران کا انتخاب نہ ہو تو سب سے کم ووٹ حاصل کرنے والے امیدواروں کے ووٹ ختم کر کے دوسرے نمبر کی ترجیح حاصل کرنے والے امیدواروں کو منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک مطلوبہ تعداد میں امیدواروں کا انتخاب نہ ہو جائے۔

ہندوستان نے FPTP نظام کیوں اختیار کیا ہے؟

اس کے جواب کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ اگر آپ نے راجیہ سبھا کے انتخابات کی تفصیل پیش کرنے والے باکس کا غور سے مطالعہ کیا ہے تو آپ نے دھیان دیا ہوگا کہ یہ ایک پیچیدہ نظام ہے جو ایک چھوٹے ملک میں ہی کام کر سکتا ہے۔ لیکن برصغیر جیسے ملک ہندوستان میں اس کے لیے کام کرنا مشکل ہوگا۔ FPTP نظام کی مقبولیت اور کامیابی کی وجہ اس کی سادگی ہے۔ ایک عام ووٹر جس کو سیاست اور انتخابات کا کوئی علم نہیں، اس کے لیے بھی پورے انتخابی نظام کو سمجھنا نہایت آسان ہے۔ انتخابات کے وقت رائے دہندگان کے سامنے ایک صاف اور واضح

© NCERT not to be republished

پسند کی گنجائش ہوتی ہے۔ان کو صرف ایک جماعت یا امیدوار کو ووٹ دینا ہوتا ہے۔ سیاست کی نوعیت کے مدِنظر رائے دہندگان جماعت کو یا امیدوار کو زیادہ اہمیت دے سکتے ہیں یا دونوں میں توازن رکھ سکتے ہیں۔FPTP نظام رائے دہندگان میں جماعتوں اور امیدواروں کے درمیان انتخاب کی کافی گنجائش ہوتی ہے۔ دوسرے انتخابی نظاموں، خاص طور سے PR نظام میں رائے دہندگان کو جماعت کی فہرست کی بنیاد پر کسی امیدوار کو ووٹ دینے کے لیے کہا جاتا ہے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی ایک علاقہ کے لیے کوئی ایک نمائندہ نہیں ہوتا جو اس علاقہ کی نمائندگی کرے۔ انتخابی حلقہ پر منحصر FPTP نظام میں رائے دہندگان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نمائندہ کون ہے اور کس کو وہ جواب دہ مانتے ہیں۔

ایک کارٹون پڑھئے

Shankar. Copyright: Children's Book Trust.

حکمراں جماعت کے یہ ممبران، چھوٹی سی اپوزیشن کی بات سننے کی کوشش کر رہے ہیں۔کیا یہ ہمارے انتخابی نظام کا اثر تھا؟

اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہمارے آئین ساز محسوس کرتے تھے کہ ایک پارلیمانی نظام میں PR پر مبنی انتخابی نظام ایک مضبوط اور پائیدار حکومت نہیں دے سکتا۔ آپ عاملہ کے پارلیمانی نظام کے متعلق اگلے باب میں مطالعہ کریں گے۔ اس نظام میں عاملہ کو مجلس قانون ساز میں اکثریت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ غور کریں

© NCERT not to be republished

گے کہ PR نظام ایک واضح اکثریت پیدا نہیں کرسکتا کیوں کہ مجلس قانون ساز میں نشستوں کی تقسیم ووٹوں کے تناسب کی بنا پر ہوگی۔

اپنی معلومات چیک کیجئے

یہاں 1996 میں تامل ناڈو کی مجلس قانون ساز کے انتخابات کے درج نتائج درج ہیں۔

- اگر اسرائیل کے طرز پر یہاں PR نظام قائم ہوتا تو اسمبلی کی تشکیل کیا ہوتی؟
- کس جماعت کو اکثریت حاصل ہوتی؟
- کون حکومت کی تشکیل کرتا؟
- اس نظام کا سیاسی جماعتوں کے باہمی تعلقات پر کیا اثر پڑتا؟

کل نشستیں 234			
جماعتی نظام	ووٹ	نشستیں	PR میں نشستیں
ڈی۔ایم۔کے	42.1	173	
اے۔آئی۔اے۔ڈی۔ایم۔کے	21.5	4	
کانگریس	5.6	-	
سی۔پی۔آئی	2.1	8	
سی۔پی۔آئی (ایم)	1.7	1	
ٹی۔ایم۔سی	9.3	39	
پی۔ایم۔کے	3.8	4	
آزاد امیدوار اور دیگر	13.9	5	

FPTP نظام عام طور پر سب سے بڑی جماعت یا مخلوط جماعت کو کچھ زائد نشستیں بونس کے طور پر دیتا ہے۔ اس طرح یہ نظام پارلیمانی حکومت کو اچھی طرح اور موثر طریقہ سے حکومت چلانے کے لئے پائیدار حکومت کی سہولت مہیا کرتا ہے۔ آخری بات اس نظام میں ایک علاقہ کے مختلف معاشرتی

© NCERT not to be republished

گروہوں کے لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر انتخاب جیتنے کا موقع ہوتا ہے۔ ایک متنوع ملک ہندوستان میں PR نظام ہر برادری کو اپنی قومی سطح پر الگ جماعت بنانے کا موقع دیتا ہے۔ شاید یہ بات ہمارے آئین سازوں کے ذہن میں کہیں نہ کہیں تھی۔

آئین کے عملی نتیجہ سے آئین سازوں کی توقعات کی تصدیق ہوتی ہے۔ FPTP نظام نہایت سادہ اور عام رائے دہندگان کے لے جانا پہچانا ثابت ہوا۔ اس نے بڑی جماعتوں کو مرکز میں بھی واضح اکثریت حاصل کرنے میں مدد کی اور ریاستی سطح پر بھی۔ اس نے سیاسی جماعتوں کی حوصلہ شکنی کی تاکہ وہ کسی ایک مخصوص ذات یا مذہبی برادری کے تمام ووٹ حاصل نہ کر سکیں۔ عام طور پر، FPTP کی کارکردگی کے نتیجہ میں دو جماعتی نظام ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر طاقت کی جدوجہد میں دو بڑے مقابل میدان میں ہیں تو باری باری دونوں کو اقتدار میں آنے کا موقع ملتا ہے۔ نئی جماعتوں یا کسی تیسری جماعت کے لیے اس مقابلہ میں شریک ہونا اور اقتدار میں حصہ حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس حوالہ سے FPTP کا تجربہ ہندوستان میں قدرے مختلف رہا ہے۔ آزادی کے بعد اگرچہ ہم نے FPTP نظام اختیار کیا لیکن یہاں ایک جماعت کا غلبہ رہا اور اس کے ساتھ چھوٹی جماعتیں بھی وجود میں آئیں۔ 1989 کے بعد ہندوستان نے کثیر جماعتی مخلوط حکومت کی کارکردگی کا تجربہ کیا۔ اسی کے ساتھ آہستہ آہستہ بہت سی ریاستوں میں دو جماعتی مقابلہ بھی ابھرا۔ لیکن ہندوستان کے جماعتی نظام کا سب سے ممتاز پہلو یہ ہے کہ FPTP کے باوجود مخلوط حکومت نے چھوٹی اور نئی جماعتوں کو انتخابی سیاست میں داخل ہونے کا موقع دیا۔

انتخابی حلقوں کا ریزرویشن

ہم نے دیکھا کہ، FPTP نظام میں جو امیدوار کسی انتخابی حلقہ میں سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرتا ہے کامیاب قرار دیا جاتا ہے۔ اس سے اکثر چھوٹے معاشرتی گروہوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ یہ ہندوستان معاشرتی پس منظر میں اور بھی زیادہ اہم ہے۔ ہماری تاریخ ذات پات پر مبنی امتیاز کی تاریخ ہے۔ ایسے معاشرتی نظام میں، FPTP انتخابی نظام کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ غالب معاشرتی گروہ اور ذاتیں ہر جگہ انتخابات جیت لیں۔ محروم پس ماندہ گروہ کی مسلسل عدم نمائندگی چلتی رہے۔ ہمارے آئین ساز اس مشکل سے بخوبی واقف تھے اور اس ضرورت کو سمجھتے تھے کہ محروم معاشرتی طبقوں کو مناسب اور منصفانہ نمائندگی دلائی جائے۔

اس مسئلہ پر آزادی سے پہلے بھی بحث ہوئی ہے برطانوی حکومت نے فرقہ وارانہ یا ''علاحدہ رائے دہندگان کی جماعت'' کا طریقہ شروع کیا۔ اس نظام کے معنی تھے کہ ایک مخصوص برادری سے تعلق رکھنے والے

> ''علاحدہ رائے دہندگان کی جماعت ہندوستان کے لیے ایک لعنت ہے۔ اس نے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے....علاحدہ رائے دہندگان کی جماعت نے ہماری ترقی میں رکاوٹ ڈالی ہے.....ہم (مسلمان) قوم کے اندر ضم ہونا چاہتے ہیں۔ خدا کے لیے مسلمانوں کے لیے ریزرویشن سے اپنے ہاتھوں کو روک لیجئے۔
>
> تجمل حسین
>
> *CAD,* Vol. VIII P-333

رائے دہندگان اپنی ہی برادری کے امیدوار کا انتخاب کرنے کے اہل ہوں گے۔ آئین ساز مجلس میں بہت سے ممبران نے اندیشہ ظاہر کیا کہ یہ نظام ہمارے مقاصد کے لیے مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ انتخابی حلقوں کے ریزرویشن کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس نظام میں ایک انتخابی حلقہ میں تمام رائے دہندگان ووٹ دینے کے اہل ہوتے ہیں لیکن اس حلقہ کے امیدوار کسی ایک مخصوص برادری یا سماجی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جس ذات یا برادری کے لئے اس نشست یا حلقہ کو محفوظ قرار دیا گیا ہو۔

کچھ ایسے معاشرتی گروہ بھی ہیں جو پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک خاص انتخابی حلقہ میں ان کی تعداد، کسی امیدوار کو جیت دلانے کے لیے کافی نہیں ہوسکتی۔ البتہ اگر پورے ملک میں ان کی تعداد کا لحاظ کیا جائے تو ایک خاصا گروہ بن جائے گا جس کو مناسب نمائندگی ملنی چاہئے ایسے میں ریزرویشن ضروری نظر آتا ہے۔ درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے لیے لوک سبھا اور ریاستی مجالس قانون ساز میں نشستیں ریزرو کرنے کی آئین میں سہولت دی گئی ہے۔ ابتدا میں یہ دفعہ دس سال کے لیے اختیار کی گئی تھی لیکن لگاتار ترمیمات کے ذریعہ اس کی مدت 2010 تک بڑھادی گئی ہے۔ اس کی مزید توسیع کے لیے پارلیمنٹ فیصلہ کرسکتی ہے کہ کس وقت اس کی موجودہ مدت ختم کی جائے۔ ان دونوں طبقوں کی ہندوستان میں کل آبادی کی مناسبت سے ریزرویشن کیا گیا ہے۔ اس وقت لوک سبھا کی 543 منتخبہ نشستوں میں سے 79 درج فہرست ذاتوں کے لئے اور 41 درج فہرست قبائل کے لیے ریزرو ہیں۔

© NCERT not to be republished

.....لیکن میں یہاں ہندوستان کے آدی واسیوں کی طرف سے چند باتیں کہنے آیا ہوں......ماضی میں بڑی سیاسی جماعتوں، برطانوی حکومت اور ہر باشعور ہندوستانی شہری کی مہربانیوں سے ہمیں علاحدہ رکھا گیا جیسے ہم کسی چڑیا گھر میں ہیں۔.......ہم آپ کے ساتھ مل جانا چاہتے ہیں اور اسی وجہ سے ....ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جہاں تک ریاستی مجلس قانون ساز کا تعلق ہے ہمیں ریزرویشن دیا جائے ہم نے علاحدہ رائے دہندگی کا مطالبہ نہیں کیا۔1935 کے قانون کے تحت ہندوستان کی تمام مجالس قانون ساز میں،1585 میں سے صرف 24 آدی واسی ایم ایل اے تھے اور مرکز میں ایک بھی نمائندہ نہیں تھا۔

جے پال سنگھ

CAD, Vol. V, p. 226

یہ فیصلہ کون کرتا ہے کہ کون سا انتخابی حلقہ ریزرو کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ کس بنیاد پر کیا جاتا ہے؟ یہ فیصلہ ایک آزاد کمیشن کرتا ہے جس کا نام ہے ڈی لمیٹیشن کمیشن (Delimitation Commission)۔اس کمیشن کا تقرر صدر جمہوریہ کرتا ہے اور یہ ہندوستان کے انتخابی کمیشن کے تعاون سے کام کرتا ہے۔ پورے ملک میں انتخابی حلقوں کی سرحدیں یا دائرے طے کرنا اس کا خاص کام ہے۔ کسی ریاست میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کی آبادی کے تناسب سے نشستیں ریزرو کی جاتی ہیں۔ دائرے طے کرنے کے بعد یہ کمیشن ہر انتخابی حلقہ میں آبادی کی تشکیل پر غور کرتا ہے۔ جن انتخابی حلقوں میں سب زیادہ درج فہرست قبائل کی آبادی ہے وہ حلقہ درج فہرست قبائل کے لیے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جس حلقہ میں کسی درج فہرست ذات کی زیادہ آبادی ہے وہ انتخابی حلقہ اس ذات کے لیے ریزرو کر دیا جاتا ہے۔ مختلف ریاستوں میں پھیلی درج فہرست ذاتوں کی مجموعی آبادی کا بھی خیال کیا جاتا ہے۔اس لیے یہ انتخابی حلقے پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں کیوں کہ ان کی آبادی بھی پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ جب بھی نئی سرحدیں یا دائرے قائم کرنے کا کام دوبارہ کیا جاتا ہے، تب ان محفوظ انتخابی حلقوں کو باری باری تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

دوسرے محروم طبقوں کے لیے آئین اس طرح کا کوئی ریزرویشن مہیا نہیں کرتا۔ کافی دنوں سے یہ مطالبہ کیا

© NCERT not to be republished

جا تا رہا ہے کہ لوک سبھا اور ریاستی مجالس قانون ساز میں خواتین کے لیے بھی ریزرویشن دیا جائے۔اس کے پس منظر یہ حقیقت کارفرما ہے کہ ان نمائندہ انجمنوں میں خواتین کی تعداد بہت کم ہے، لہٰذا ان کے لیے ایک تہائی نشستوں کو ریزرو کرنے کا مطالبہ زور پکڑ رہا ہے۔گاؤں اور شہروں کے مقامی اداروں میں ان کے لیے نشستوں کا تحفظ ہوا ہے۔اس کے متعلق ہم مقامی حکومتوں کے باب میں پڑھیں گے۔لوک سبھا اور ودھان سبھا میں اس طرح کے ریزرویشن کے لیے پارلیمنٹ کو آئین میں ترمیم کرنا ہوگی۔اس طرح کی ترمیم کئی بار پارلیمنٹ میں پیش کی جا چکی ہے لیکن منظور نہیں ہوئی۔

آزاد اور منصفانہ انتخابات

کسی انتخابی نظام کا اصلی امتحان اس کے ذریعہ منعقد کرائے جانے والے آزاد اور منصفانہ انتخابات میں ہوتا ہے۔اگر ہم جمہوریت کو زمینی حقیقت میں تبدیل کرنا چاہیں تو یہ اہم ہو جاتا ہے کہ انتخابات غیر جانب دارانہ اور صاف شفاف ہوں۔انتخابی نظام رائے دہندہ کو اجازت دے کہ انتخابی نتائج کے ذریعہ اس کی توقعات کا جائز اظہار ہو سکے۔

اپنی معلومات چیک کیجیے

ہندوستان کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً 13.5 فی صد ہے، لیکن لوک سبھا میں مسلم ممبران کی تعداد عام طور پر 6 فیصد سے بھی کم رہی ہے، یعنی ان کی آبادی کے حصہ سے آدھے سے بھی کم۔یہی صورت حال تقریباً تمام ریاستی مجالس قانون ساز میں بھی ہے۔تین طالب علموں نے اس سچائی سے تین مختلف نتائج اخذ کئے۔لکھئے آپ ان میں کس سے اتفاق کرتے ہیں اور کس سے اتفاق نہیں کرتے اور کیوں۔

ہلال : یہ FPTP نظام کے غیر منصفانہ پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔اس کی بجائے ہمیں PR نظام اختیار کرنا چاہئے تھا۔

عارف : یہ درج فہرست ذاتوں اور قبائل کے لیے ریزرویشن دینے کے دانشمندانہ فیصلہ کا اظہار ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح درج فہرست ذاتوں اور قبائل کو ریزرویشن دیا گیا ہے اسی طرح مسلمانوں کو بھی دیا جائے۔

صبا: مسلمانوں کے متعلق مجموعی طور پر بات کرنے کا کوئی نکتہ ہے ہی نہیں۔

کیا میں بالغ ہوں یا نہیں ہوں؟ میں اس قدر سمجھ دار ہوں کہ اپنا مستقبل خود طے کر سکتی ہوں، اتنی بڑی ہوں کہ ڈرائیونگ لائسنس لے سکتی ہوں لیکن ووٹ دینے کی اہل نہیں ہوں! اگر مجھ پر قانون نافذ ہوں کیا میں طے نہیں کر سکتی کہ قانون کون بنائے گا؟

© NCERT not to be republished

ان نظاموں میں سے کسی بھی نظام میں مسلمان عورتوں کو کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔ ہمیں مسلمان عورتوں کے لیے الگ کوٹہ ملنا چاہیئے۔

ایک کارٹون پڑھیئے

Shankar. Copyright: Children's Book Trust.

بالغ رائے دہندگی کی تشبیہ ایک ہاتھی سے کیوں دی گئی ہے۔ اس پر قابو نہیں پایا جاسکتا یا یہ پھر اسی کہانی کی طرح ہوگا جس میں ہاتھی کو دیکھنے والے ہر فرد نے اس کی الگ الگ تعریف بیان کی تھی۔

حقِ رائے دہی اور انتخاب لڑنے کا حق

انتخابات کا طریقہ طے کرنے کے علاوہ آئین نے انتخابات سے متعلق دو بنیادی سوالات کے جواب بھی دیئے ہیں۔ رائے دہندگان (ووٹر) کون ہیں؟ کون انتخابات لڑسکتا ہے۔ ان دونوں معاملات میں ہمارا آئین، اچھی طرح طے شدہ جمہوری عمل کو اختیار کرتا ہے۔

آپ کو پہلے سے ہی معلوم ہے کہ جمہوری انتخابات میں کسی ملک کے تمام بالغ شہری انتخابات میں ووٹ ڈالنے کے اہل ہوتے ہیں۔ اس کو حق رائے دہندگی بالغان (Universal Adult Franchise) کہا جاتا ہے۔ بہت سے ممالک میں اس حق کو حاصل کرنے کے لیے شہریوں کو اپنے حکمرانوں سے طویل لڑائی لڑنی پڑی۔ بہت سے ممالک میں، خواتین کو یہ حق بہت دیر سے ملا اور وہ بھی جدوجہد کے بعد۔ آئین سازوں کا ایک اہم فیصلہ یہ تھا کہ ہندوستان کے ہر بالغ شہری کو رائے دہندگی کا حق دیا جائے۔

1989 تک ایک بالغ ہندوستانی کے معنی تھے، 21 سال سے زیادہ عمر کا ہندوستانی شہری۔ 1989 میں آئین میں ایک ترمیم کے ذریعہ اہلیت کی عمر 18 سال کردی گئی۔ حق رائے دہندگی بالغان یقین دلاتا ہے کہ تمام

© NCERT not to be republished

شہریوں کو اپنے نمائندوں کے انتخاب میں حصہ لینے کا مساوی حق حاصل ہے۔ یہ اصول مساوات اور عدم امتیاز کے عین مطابق ہے جن کا ہم نے حقوق کے باب میں مطالعہ کیا۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا اور اب بھی ہے کہ ہر شخص کو رائے دہندگی کا حق بغیر تعلیمی صلاحیت کے، دے دینا درست نہیں تھا۔ لیکن ہمارے آئین سازوں کو شہریوں کی قابلیت اور اہلیت پر پورا بھروسہ تھا جس کی بنا پر وہ یہ طے کر سکتے تھے کہ سماج ملک اور ان کے انتخابی حلقوں کے لیے کیا اچھا اور مناسب ہے۔

حقِ رائے دہندگی کے متعلق جو سچائی ہے وہی انتخاب لڑنے کے حق کے تعلق سے بھی سچ ہے۔ تمام شہریوں کو انتخاب میں کھڑا ہونے اور عوام کا نمائندہ منتخب ہونے کا حق حاصل ہے۔ البتہ انتخاب لڑنے کے لیے مختلف عمر درکار ہے۔ مثال کے طور پر لوک سبھا یا ریاستی مجلس قانون ساز کے لیے امیدوار کی عمر 25 سال سے کم نہیں ہونی چاہئے۔ کچھ اور پابندیاں بھی ہیں جیسے ایک قانونی دفعہ یہ ہے کہ جو کوئی کسی جرم میں دو یا دو سال سے زیادہ قید کاٹ چکا ہو، وہ انتخاب لڑنے کا اہل نہیں ہے۔ لیکن آمدنی، تعلیم یا طبقہ یا جنس کی بنیاد پر انتخاب لڑنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس معنی میں ہمارا انتخابی نظام تمام شہریوں کے لئے کھلا ہے۔

آزاد انتخابی کمیشن

ہندوستان میں، آزاد اور منصفانہ انتخابی نظامِ عمل کو یقینی بنانے کے لیے بہت سی کوششیں کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے اہم کوشش ایک آزاد انتخابی کمیشن کا قیام ''انتخابات کی نگرانی اور انعقاد'' کے لیے ہوئی ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ بہت سے ممالک میں انتخابات منعقد کرانے کے لیے آزاد مشینری موجود نہیں ہے۔

دفعہ 324 (1)

''اس آئین کے تحت پارلیمنٹ اور ہر ریاست کی مجلس قانون ساز کے لیے ہونے والے تمام انتخابات اور نائب صدر کے عہدوں کے انتخابات کی انتخابی فہرستوں کی تیاری اور ان کے انعقاد کا اہتمام، ہدایت اور نگرانی ایک کمیشن پر مرکوز ہوگی (جس کو اس آئین میں انتخابی کمیشن کہا گیا ہے)۔''

© NCERT not to be republished

آئین ہند کی دفعہ 324، ہندوستان میں ''انتخابات کی نگرانی، ہدایت، انتخابی فہرستوں کی تیاری اور انتخابات کے انعقاد'' کے لیے ایک آزاد خود مختار انتخابی کمیشن مہیا کرتی ہے۔ آئین کے یہ الفاظ نہایت اہم ہیں کیوں کہ وہ انتخابی کمیشن کو انتخابات سے متعلق تمام اختیارات عطا کرتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے بھی آئین کی اس تشریح سے اتفاق کیا ہے۔

انتخابی کمیشن کی مدد کے لیے ہر ریاست میں ایک چیف انتخابی کمشنر ہوتا ہے۔ انتخابی کمیشن مقامی اداروں کے انتخابات کے لئے ذمہ دار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہم مقامی حکومتوں کے باب میں مطالعہ کریں گے ریاستی انتخابی کمشنر، انتخابی کمیشن ہند سے قطعی آزاد ہوتے ہیں اور ان کا اپنا دائرہ عمل ہے۔

انتخابی کمیشن ہند یک نفری یا کثیر نفری ہوسکتا ہے۔ 1989 تک، انتخابی کمیشن میں ایک ہی ممبر ہوتا تھا۔ 1989 کے عام انتخابات سے کچھ پہلے، دو انتخابی کمشنر مزید مقرر کیے گئے جس سے یہ ادارہ کثیر نفری ہوگیا۔ انتخابات کے فوراً بعد انتخابی کمیشن نے پھر اپنی پرانی حیثیت اختیار کر لی۔ 1993 میں پھر دو اضافی انتخابی کمشنر مقرر کیے گئے اور کمیشن دوبارہ کثیر نفری ہوگیا۔ اور اب تک ایسا ہی ہے۔ ابتداء میں کثیر نفری کمیشن سے متعلق بہت سے اندیشے تھے۔ اس وقت کے چیف انتخابی کمشنر اور دو انتخابی کمشنروں کے درمیان کافی اختلاف رائے تھا کہ کس کے پاس کتنے اختیارات ہیں۔ اس معاملہ کو سپریم کورٹ نے حل کیا۔ اب عام رائے یہی ہے کہ کمیشن میں کئی ممبران ہونے چاہئیں تا کہ اختیارات میں بہتر طور پر حصہ داری ہو سکے اور زیادہ جواب دہی بھی۔

چیف انتخابی کمشنر (CEC) انتخابی کمیشن کی صدارت کرتا ہے۔ لیکن دوسرے کمشنر ممبران سے اس کے اختیارات زیادہ نہیں ہوتے۔ انتخابات سے متعلق فیصلے مجموعی طور پر CEC اور دوسرے ممبران مساویانہ اختیارات کی بنا پر کرتے ہیں۔

ان کا انتخاب صدر جمہوریہ وزارتی کونسل کے مشورہ پر کرتا ہے۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ حکمراں جماعت کمیشن میں تقرری کے لیے انتخاب جانب دارانہ کرائے تا کہ وہ انتخابات کے دوران

کیا اس کا فیصلہ ہو گیا ہے؟ یا پھر حکومت یك نفری انتخابی کمیشن کی طرف واپس جاسکتی ہے؟ کیا آئین اس کھیل کی اجازت دیتا ہے؟

© NCERT not to be republished

اس جماعت کی حمایت کر سکے۔ اسی اندیشے کی بنا پر بہت سے لوگ تجویز کرتے ہیں کہ اس طریقۂ کار کو بدل دیا جائے۔ بہت سے لوگوں نے تجویز کیا ہے کہ ایک مختلف طریقہ اختیار کیا جائے جس میں CEC اور انتخابی کمشنروں

مخصوص اکثریت

مخصوص اکثریت کے معنی ہیں:

- ایوان میں حاضر اور رائے شماری میں حصہ لینے والوں کی دو تہائی اکثریت اور
- ایوان کے کل ممبران کی سادہ اکثریت۔

آیئے ہم یہ کہیں کہ آپ کو اپنی کلاس میں مخصوص اکثریت سے ایک تجویز منظور کرنی ہے۔ مزید تصور کیجئے کہ آپ کی کلاس میں طلباء کی کل تعداد 57 ہے لیکن رائے شماری کے دن صرف 51 طلباء حاضر ہیں اور 50 نے رائے شماری میں حصہ لیا ہے۔ آپ کب کہیں گے کہ آپ کی کلاس نے مخصوص اکثریت سے یہ تجویز منظور کر لی؟

اس کتاب میں آپ کم از کم تین مزید ابواب میں مخصوص اکثریت کا ذکر پائیں گے۔ ان میں سے ایک اگلے باب عاملہ میں ہے۔ جہاں ہم صدر جمہوریہ پر مقدمہ کا ذکر کریں گے۔ وہ دو دوسری جگہیں تلاش کیجئے جہاں مخصوص اکثریت کا ذکر ہوا ہے۔

کی تقرری میں مخالف جماعت کے سربراہ اور ہندوستان کے چیف جسٹس سے بھی مشورہ کیا جائے۔

آئین CEC اور کمشنروں کی میعاد کو یقینی بناتا ہے۔ وہ چھ سال کی مدت یا 65 سال ریٹائر ہونے کی عمر تک، اس عہدہ پر رکھے جاتے ہیں۔ CEC کو اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے صدر جمہوریہ کے ذریعہ برطرف کیا جاسکتا ہے تو یہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ اگر انتخابات کے دوران کوئی CEC حکمراں جماعت کی حمایت سے انکار کر دیتا ہے تو اس کو اس کے عہدہ سے برخاست نہیں کیا جاسکتا۔ انتخابی کمشنروں کو صدر جمہوریہ برخاست کر سکتا ہے۔

ہندوستان کے انتخابی کمیشن کے بہت وسیع کام ہیں:

- یہ رائے دہندگان کی فہرست کو جدید ترین بنانے کی نگرانی کرتا ہے۔ یہ رائے دہندگان کی فہرست کو غلطیوں سے پاک رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔، اخراج (رجسٹر شدہ رائے دہندگان کے ناموں کا غائب

© NCERT not to be republished

ہونا) اور کمیشن (جو اہل نہیں ہیں یا جن کا وجود ہی نہیں ہے ۔ان کے ناموں کا موجود ہونا) دونوں پر نگرانی رکھتا ہے۔

- یہ انتخابات کے اوقات اور انتخاب کا پروگرام طے کرتا ہے۔ انتخاب کے پروگرام میں انتخابات کا اعلان کرنے کے علاوہ انتخابات کی تاریخیں جس سے نامزدگی کے کاغذات بھرنا شروع ہوں گے، نامزدگی کی آخری تاریخ، جانچ پڑتال کی آخری تاریخ، نام واپس لینے کی آخری تاریخ، ووٹنگ کی تاریخ، ووٹوں کی گنتی اورنتائج کا اعلان، شامل ہوتا ہے۔
- اس پورے عمل کے دوران، آزاد اور منصفانہ انتخابات کرانے کے لیے فیصلہ لینے کا اختیار کمیشن کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ پورے ملک میں، یا کسی ایک ریاست میں یا کسی ایک انتخابی حلقہ میں اس بنا پر انتخابات ملتوی یا رد کرسکتا ہے کہ وہاں کے حالات سازگار نہیں ہیں۔ لہٰذا آزاد اور منصفانہ انتخاب ممکن نہیں ہے۔ انتخابی کمیشن جماعتوں اور امیدواروں کے لئے اخلاقی ضابطے بھی نافذ کرتا ہے۔ یہ کسی مخصوص انتخابی حلقہ میں دوبارہ ووٹنگ کرا سکتا ہے۔ یہ دوبارہ ووٹوں کی گنتی کا حکم دے سکتا ہے اگر اس کو محسوس ہو کہ گنتی کا عمل پوری طرح سے صاف ستھرا اور ٹھیک نہیں تھا۔
- انتخابی کمیشن سیاسی جماعتوں کو تسلیم کرتا ہے اور ان میں ہر ایک کو انتخابی نشان دیتا ہے۔

انتخابی کمیشن کے پاس اپنا بہت مختصر عملہ (اسٹاف) ہے۔ یہ انتظامیہ کی مدد سے انتخابات کا انعقاد کرتا ہے۔ البتہ جب انتخابی عمل شروع ہو جاتا ہے تو کمیشن کو انتظامیہ پر مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے۔ جہاں تک انتخابی عمل کا کام ہوتا ہے انتخابات کے دوران ریاستی اور مرکزی حکومت کے عہدیداران کو انتخابی فرائض دیے جاتے ہیں اور ان پر انتخابی کمیشن کا مکمل کنٹرول ہوتا ہے۔ انتخابی کمیشن عہدیداران کا ٹرانسفر کرسکتا ہے، ان کے ٹرانسفر کو روک سکتا ہے، اگر وہ غیر جانب داری سے فرائض انجام نہیں دیتے تو ان کے خلاف اقدام بھی کرسکتا ہے۔

گذشتہ برسوں میں انتخابی کمیشن ایک آزاد حاکم کے طور پر ابھرا ہے اور اس نے آزاد و منصفانہ انتخابات کرانے کے لیے اپنے تمام اختیارات کا بخوبی استعمال کیا ہے۔ اس نے ایک غیر جانب دارانہ اور منصفانہ طریقے سے عمل کیا تاکہ انتخابی عمل کے تقدس کا تحفظ کیا جاسکے۔ انتخابی کمیشن کا ریکارڈ ثابت کرتا ہے کہ اداروں کے کام کاج میں ہر اصلاح کے لیے قانونی یا آئینی تبدیلیوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اب بڑے پیمانے پر اس بات سے اتفاق کیا جاتا ہے کہ انتخابی کمیشن زیادہ آزاد و خود مختار ہے جتنا کہ یہ بیس سال پہلے تھا۔ یہ اس وجہ سے ممکن نہیں ہوسکا کہ

© NCERT not to be republished

آئین نے انتخابی کمیشن کے اختیارات کے تحفظ میں اضافہ کردیا ہے بلکہ اس لیے کہ انتخابی کمیشن نے آئین سے حاصل شدہ اختیارات کو زیادہ موثر طریقہ سے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔

گذشتہ پچاس برسوں میں لوک سبھا کے چودہ انتخابات منعقد ہوئے ہیں اور اس سے بھی زیادہ ریاستی مجلس قانون ساز کے انتخابات اور ضمنی انتخابات کا انتخابی کمیشن نے انعقاد کیا۔ انتخابی کمیشن کو بہت سی مشکل صورت حال کا سامنا بھی کرنا پڑا جیسے دہشت پسندی سے متاثر ریاستیں مثلاً آسام، پنجاب یا جموں و کشمیر۔ اس کمیشن نے وہ مشکل ترین صورتِ حال بھی دیکھی جب سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی کی انتخابی مہم کے دوران ان کے قتل کی وجہ سے 1991 میں انتخابات کو درمیان میں ہی روکنا پڑا۔ 2002 میں انتخابی کمیشن کو ایک اور تنقیدی صورت حال سے گزرنا پڑا جب گجرات مجلس قانون ساز کو اچانک تحلیل کر دیا گیا اور انتخابات کا انعقاد کرنا پڑا۔ انتخابی کمیشن نے پایا کہ اب تک کے غیر معمولی تشدد کی وجہ سے وہاں فوراً آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرانا ممکن نہیں ہے اور کچھ مہینوں کے لیے ان انتخابات کو ملتوی کر دیا گیا۔ سپریم کورٹ نے انتخابی کمیشن کے اس فیصلہ کو برقرار رکھا۔

ایک کارٹون پڑھیے

R K Laxman in The Times of India.

خبردار! انتخاب جیتنا اب مشکل ہو جائے گا۔ ہمیں نئے حالات کا سامنا کرنا ہوگا جیسے ضابطہ اخلاق، آزاد اور منصفانہ پولنگ،

کیا ایسے امیدوار کو انتخابات میں حصہ لینے سے روکا جانا چاہیے جو کسی سنگین جرم میں ملوث ہو؟

© NCERT not to be republished

اپنی معلومات چیک کیجئے

آپ کا کیا خیال ہے، انتخابی کمیشن کے پاس درج ذیل اختیارات اور سہولیات ہیں؟ اگر یہ نہ ہوتیں تو کیا ہوتا؟

کمیشن سرکاری ملازمین کو کوئی بھی حکم جاری کرسکتا ہے جو انتخابات سے متعلق ڈیوٹی پر لگے ہوں۔

حکومت چیف انتخابی کمشنر کو برطرف نہیں کرسکتی۔

اگر انتخاب کمیشن کے خیال میں درست اور منصفانہ نہ ہوں تو کمیشن کسی انتخاب کو رڈّ کرسکتا ہے۔

انتخابی اصلاحات

کیا ہم قانون میں تبدیلی کے ذریعہ، پیسہ اور غنڈہ گردی کے اثر کو کم کرسکتے ہیں؟ کیا قانون بدلنے سے حقیقت میں کوئی تبدیلی آتی ہے؟

کوئی بھی انتخابی نظام خامیوں سے پاک نہیں ہوسکتا۔ اصلی انتخابی عمل میں، بہت سی خامیاں اور بندشیں ہوتی ہیں۔ کسی بھی جمہوری معاشرے کو، انتخابات زیادہ سے زیادہ آزادانہ اور منصفانہ بنانے کے لیے لگاتار بہتر سے بہتر طریقوں کی تلاش جاری رکھنی چاہئے۔ حق رائے دہی بالغان انتخاب میں حصہ لینے کی آزادی اور ایک آزاد انتخابی کمیشن کی قبولیت کی وجہ سے ہندوستان نے اپنے انتخابی عمل کو آزاد اور منصفانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ البتہ، گذشتہ پچاس سالوں کے تجربے نے ہمارے انتخابی نظام میں اصلاحات کے لیے بہت سی تجاویز دی ہیں۔ انتخابی کمیشن، سیاسی جماعتوں، بہت سے آزاد گروپوں اور بے شمار دانشوروں نے انتخابی اصلاحات کے لیے تجاویز پیش کی ہیں۔ ان میں سے کچھ آئینی دفعات میں تبدیلی سے متعلق ہیں جن پر اس باب میں بحث کی گئی۔

- ہمیں FPTP کا نظام انتخاب تبدیل کرکے PR نظام جیسا کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس سے سیاسی جماعتوں کو جہاں تک ممکن ہو سکے گا، حاصل شدہ ووٹوں کے تناسب سے زیادہ نشتیں مل سکیں گی۔

© NCERT not to be republished

◈ ایک خاص دفعہ ہونی چاہئے جو یہ یقینی بنائے کہ کم از کم ایک تہائی خواتین پارلیمنٹ اور ریاستی مجالس قانون ساز کی ممبر بنیں۔

مزید سخت دفعات ہونی چاہئیں تاکہ انتخابی سیاست میں پیسہ کے رول کو کنٹرول کیا جا سکے۔ انتخابات کا کل خرچہ، ایک خصوصی فنڈ سے حکومت خود ادا کرے۔

◈ فوجداری معاملات میں ملوث امیدواروں کو انتخابات میں حصہ لینے سے روکا جائے خواہ ان کی اپیل عدالت میں زیر سماعت ہو۔

◈ انتخابی مہم کے دوران مذہب اور ذات پات کی بنیاد پر ہونے والی اپیلوں پر مکمل پابندی ہونی چاہئے۔

◈ ایک قانون سیاسی جماعتوں کے کام کاج کو باضابطہ بنانے کے لیے ہونا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ وہ شفاف اور جمہوری طریقہ سے کام کریں۔

یہ محض چند تجاویز ہیں۔ ان تجاویز پر کوئی اتفاق رائے نہیں ہے۔ اگر اتفاق رائے ہو تب بھی قانون اور دفعات کیا کر سکتی ہیں ان پر بندشیں ہیں۔ اگر امیدوار سیاسی جماعتیں اور جو لوگ انتخابی عمل میں شامل ہیں یہ تہیہ اور اتفاق کر لیں کہ وہ جمہوری مقابلہ کے اصولوں کی تعمیل کریں گے تو آزادانہ اور منصفانہ انتخابات ہو سکتے ہیں۔

ایک کارٹون پڑھئے

اپنی پرانی عادت چھوڑو اور کیمرے کا سامنا کرو! یاد رکھو تمہیں نامزد کیا گیا ہے اور اب تم انتخاب کے لئے کھڑے ہوئے ہو!

R K Laxman in The Times of India.

کیا ایسے امیدوار کو انتخابات میں حصہ لینے سے روکا جانا چاہیے جو سنگین جرم میں ملوث ہو؟

قانونی اصلاحات کے علاوہ دو اور طریقے ہیں جن کے ذریعہ عوام کی توقعات اور آرزوؤں کو انتخابات کے ذریعہ منعکس کیا جا سکتا ہے۔ اول یقیناً یہ ہے کہ عوام خود ہوشیار رہیں، سیاسی سرگرمیوں میں گرمجوشی دکھائیں۔ لیکن

© NCERT not to be republished

عوام مستقل طور پر کہاں تک سیاست میں شامل ہو سکتے ہیں اس کی بھی کچھ حد ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مختلف سیاسی اداروں اور رضا کارانہ تنظیموں کو فروغ دیا جائے تا کہ وہ آزاد اور منصفانہ انتخابات کرانے میں پہرہ دار کی حیثیت سے کام کریں۔

اختتام

جن ممالک میں نمائندہ جمہوریت پر عمل ہوتا ہے وہاں جمہوریت کو موثر اور قابلِ اعتماد بنانے میں انتخابات اور ان کے نمائندہ کرداروں کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے انتخابی نظام کی کامیابی کو کئی طریقوں سے پرکھا جاسکتا ہے۔

- ہمارے انتخابی نظام نے رائے دہندگان کو آزادی کے ساتھ اپنے نمائندہ چننے کی آزادی دی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ریاستی اور مرکزی سطح کی حکومتوں کو پُر امن طریقہ سے یکسر تبدیل کرنے کی آزادی بھی دی ہے۔

دوسرے رائے دہندگان نے انتخابات کے عمل میں مستقل گہری دل چسپی دکھائی ہے اور اس میں حصہ بھی لیا ہے۔ انتخابات میں امیدواروں اور رائے دہندگان کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

- تیسرے انتخابی نظام نے ہم آہنگی اور شمولیت کا ثبوت دیا ہے۔ ہمارے نمائندوں کے معاشرتی پس منظر میں بھی آہستہ آہستہ تبدیلی آئی ہے۔ اب ہمارے نمائندے مختلف معاشرتی طبقوں سے آتے ہیں لیکن خواتین قانون سازوں کی تعداد میں اطمینان بخش اضافہ ہوا ہے۔
- چوتھے، ملک کے زیادہ تر حصّے انتخابات کے نتائج، انتخابی دھاندلیوں اور دھوکہ دہی کا اظہار نہیں کرتے۔ یقیناً دھوکہ دہی کے بہت سے واقعات ہوتے ہیں۔ آپ نے انتخاب کے دوران تشدد اور رائے دہندگان کا فہرستوں سے نام غائب ہونے سے متعلق شکایتوں اور دھمکیوں کے بارے میں ضرور سنا ہوگا۔ پھر بھی انتخاب کے نتائج پر ان کا اثر کم ہوتا ہے۔
- آخری اہم بات یہ ہے کہ انتخابات ہماری جمہوری زندگی کا حصہ بن چکے ہیں کوئی ایسی صورت حال کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ کسی حکومت نے عوام کے فیصلہ کا احترام نہ کیا ہو۔ اسی

© NCERT not to be republished

طرح کوئی یہ بھی تصور نہیں کرسکتا کہ انتخابات کے بغیر کوئی حکومت بن سکتی ہے۔ حقیقت میں، انتخابات کی پابندی اور میعاد نے ہندوستان کے لیے ایک عظیم جمہوری تجربہ کی حیثیت سے شہرت حاصل کی ہے۔

ان تمام عناصر نے ہمارے انتخابی نظام کے لیے، ملک کے اندر اور باہر عزت حاصل کی ہے۔ ہندوستان کے رائے دہندگان کو اعتماد حاصل ہوگیا ہے۔ عوام کی نگاہوں میں انتخابی کمیشن کا جواز بڑھ گیا ہے۔ یہ ہمارے آئین سازوں کے ذریعہ لیے گئے فیصلوں کو مثالی ثابت کرتا ہے۔ اگر انتخابی نظام خرابیوں سے مزید پاک ہو جائے تو ہم بحیثیت رائے دہندگان اور شہری جمہوریت کے اس کارواں میں زیادہ موثر طریقہ سے حصہ لے سکیں گے اور اس کو زیادہ بامعنی بنا سکیں گے۔

© NCERT not to be republished

مشق

1۔ درج ذیل میں سے کون سا بیان، براہ راست جمہوریت سے ملتا ہے؟

(a) ایک خاندانی میٹنگ میں بحث

(b) کلاس مانیٹر کا انتخاب

(c) کسی سیاسی جماعت کے ذریعہ امیدوار کی پسند

(d) گرام سبھا کے ذریعہ لیے گئے فیصلے

(e) میڈیا کے ذریعہ کیے گئے انتخابی سروے

2۔ درج ذیل میں سے کون سے کام، انتخابی کمیشن کے نہیں ہیں:۔

(a) انتخابی فہرستیں تیار کرنا

(b) امیدواروں کو نامزد کرنا

(c) پولنگ بوتھ قائم کرنا

(d) ضابطہ اخلاق نافذ کرنا

(e) پنچایت انتخابات کی نگرانی

3۔ درج ذیل میں سے کون سا طریقہ لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے ممبران کے انتخاب میں یکساں ہے؟

(a) 18 سال سے زیادہ عمر کا ہر شہری ووٹ دینے کا اہل ہے۔

(b) رائے دہندہ امیدواروں کو ترجیح کے اعتبار سے نشان لگا سکتا ہے۔

(c) ہر ووٹ کی برابر اہمیت ہے۔

(d) جیتنے والے امیدوار کو نصف سے زیادہ ووٹ حاصل ہونے چاہئیں۔

4۔ FPTP میں وہی امیدوار کامیاب قرار دیا جاتا ہے، جو

(a) ڈاک سے ملنے والے ووٹوں میں سب سے زیادہ ووٹ ملے ہوں۔

(b) اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے جس کو ملک میں سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرتا ہے۔

(c) انتخابی حلقہ میں کسی دوسرے امیدوار کے مقابلہ میں زیادہ ووٹ حاصل کیے ہوں۔

(d) 50% سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والوں میں پہلا نمبر حاصل ہوا ہو۔

5۔ انتخابی حلقوں کے ریزرویشن نظام اور علاحدہ رائے دہندگان کے نظام میں کیا فرق ہے؟ آئین سازوں نے دوسرے طریقہ کو کیوں نامنظور کیا؟

© NCERT not to be republished

6۔ درج ذیل میں کون سے بیانات غلط ہیں؟ پہچانیے اور ان کو درست کیجیے اضافہ کیجیے۔ یا ان کے الفاظ اور محاوروں کو دوبارہ ترتیب دیجیے۔

(a) FPTP نظام ہندوستان میں تمام انتخابات میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(b) پنچایت اور میونسپل انتخابات کی نگرانی انتخابی کمیشن نہیں کرتا۔

(c) صدر جمہوریہ انتخابی کمشنر کو اس کے عہدہ سے برطرف نہیں کرسکتا۔

(d) انتخابی کمیشن میں ایک سے زیادہ انتخابی کمشنر کا تقرر اختیاری ہے۔

7۔ ہندوستانی انتخابی نظام کا مقصد معاشرتی طور پر محروم طبقات کو نمائندگی دلانا ہے اگر چہ ابھی تک ہماری مجالس قانون ساز میں دس فیصد خواتین بھی نہیں آسکی ہیں۔ اس صورت حال کی اصلاح کے لیے آپ کیا طریقے تجویز کریں گے؟

8۔ ایک نئے ملک کے لیے آئین پر منعقدہ کانفرنس میں بحث کے دوران کچھ خواہشات کا اظہار کیا گیا۔ ذیل میں ان میں سے کچھ درج ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے سامنے لکھیے کہ ان کے لیے FPTP نظام درست ہے یا PR نظام بہتر ہے۔

(a) عوام کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا نمائندہ کون ہے تا کہ وہ ذاتی طور پر اس کو جواب دہ بنا سکیں۔

(b) ہمارے یہاں چھوٹی چھوٹی لسانی اقلیتیں ہیں جو پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہمیں ان کی مناسب نمائندگی کو یقینی بنانا ہے۔

(c) مختلف جماعتوں اور ووٹوں کے درمیان عدم توازن نہیں ہونا چاہئے۔

(d) عوام کو ایک اچھا امیدوار منتخب کرنے کے قابل ہونا چاہئے۔ خواہ وہ اس کی جماعت کو پسند کریں یا نہ کریں۔

9۔ ایک سابقہ چیف انتخابی کمشنر نے ایک سیاسی جماعت میں شمولیت اختیار کر لی اور انتخاب لڑا۔ اس موضوع پر مختلف رائے ظاہر کی گئیں۔ چیف انتخابی کمشنر ایک آزاد شہری ہے اس کو کسی بھی سیاسی جماعت میں

© NCERT not to be republished

شامل ہونے کا حق حاصل ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اس وجہ سے انتخابی کمشنر کی غیر جانب داری پر اثر پڑتا ہے۔ لہٰذا سابق انتخابی کمشنر کو انتخاب میں کھڑا ہونے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ آپ کس رائے سے اتفاق کرتے ہیں اور کیوں؟

10۔ ''ہندوستانی جمہوریت اب ایک خام FPTP انتظام سے متناسب نمائندگی (PR) کی طرف تبدیل ہونے کے لئے تیار ہے،'' کیا آپ اس بیان سے اتفاق کرتے ہیں؟ اس کی حمایت یا مخالفت میں دلیلیں دیجئے۔

© NCERT not to be republished